رسائل و مسائل

مشترکہ خاندانی نظام

سوال : میری شادی کو ۱۰ برس ہو گئے ہیں۔ میرے شوہر جماعت اسلامی کے کارکن ہیں' تحریکی لٹریچر اور رسائل کا مطالعہ بھی کرتے ہیں۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں جب بھی اپنے شوہر سے الگ گھر کا مطالبہ کرتی ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ "موقع ملنے پر لے دوں گا۔ ابھی میرے بھائی اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہوئے ہیں"۔ ۱۰ سال میں یہ موقع نہیں آ سکا۔ میرے میاں ٹیچر ہیں۔ ہمارے پانچ بچے ہیں۔ گھر کا سارا خرچ وہی اٹھاتے ہیں۔ اب جب کہ تین چھوٹے بھائی جن میں سے ایک سعودی عرب میں ملازم ہے' دوسرا محکمہ جنگلات میں اور تیسرا بھائی ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہے اور معقول آمدنی رکھتے ہیں' کیا ان حالات میں الگ گھر کے لیے میرا مطالبہ جائز نہیں' جب کہ مجھے سسرال والوں کے ساتھ رہنے میں دشواری بھی ہے؟ ان حالات میں شرعاً میرے شوہر کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب : اسلام عدل و احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی' منکرات اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ ج یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (النحل ۱۶: ۹۰) اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی' منکر اور ظلم سے روکتا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

گھروں کو عدل و احسان اور صلہ رحمی کا نمونہ بنانا اور ہر طرح کی بے حیائی اور منکرات اور ظلم و زیادتی سے پاک کرنا' اسلام کا اوّلین تقاضا ہے۔ خاندان اور معاشرے اور ریاست ہر جگہ ان تین مثبت بنیادوں کو قائم کیا جائے گا اور مذکورہ تینوں برائیوں سے روکا جائے گا۔ گھر اور خاندان کے تمام افراد کی طرح ایک شخص کی بیوی کے بھی حقوق ہیں اور ان حقوق میں سے اولین حق یہ ہے کہ اسے نان و نفقہ اور رہایش دی جائے۔ ایسی رہایش جس میں وہ آزادی کے ساتھ اپنے شوہر کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر سکے اور اس کی پرائیویسی پوری طرح قائم ہو۔ جس میں اس کے اذن کے بغیر داخلہ نہ ہو اور اس کی چیزیں محفوظ ہوں۔

شوہر اپنی استطاعت کے مطابق اسے ایسی رہایش فراہم کرے گا۔ ایک ایسی حویلی جس میں بہت سے کمرے ہوں' ان کمروں میں ایک شخص کے ماں باپ' بہن بھائی رہایش پذیر ہوں تو اس میں ایک کمرہ ایسا بھی ہونا چاہیے جس میں اس کی بیوی رہایش پذیر ہو اور وہ آزادی کے ساتھ اس کمرے میں آ جا سکتی ہو۔ دوسرے الفاظ میں وہ اس کی اور اس کی بیوی کی مختص رہایش گاہ ہو۔ ایسی صورت میں ضروری ہے کہ مشترکہ رہایش گاہ میں عدل ہو' کسی کی حق تلفی نہ ہو' کوئی شخص کسی کی مختص رہایش گاہ میں آزادانہ آمدورفت نہ رکھے بلکہ وہ استیذان کے ضابطوں کو ملحوظ رکھے۔ لوگوں کے آرام اور خلوت کے اوقات کا خیال رکھے۔ ایک حویلی یا چار دیواری میں رہنے والے شرم و حیا' پردے اور ستر کے آداب کا خیال رکھیں۔ ایک چار دیواری میں ایک آدمی اپنے بھائیوں کے ساتھ رہتا ہو تو لازم ہے کہ بھائی ایک دوسرے کے حرم میں آنے جانے کے شرعی ضابطوں کے تابع رہیں۔

مشترکہ رہن سہن میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اخراجات کا بوجھ عدل کے ساتھ سارے لوگوں پر پڑے' کسی ایک پر بوجھ پڑے گا تو تعلقات زیادہ دیر اچھے نہیں رہیں گے۔ ایک شخص پر جہاں اس کی بیوی کے حقوق ہیں وہاں ماں باپ' بہن بھائیوں کے حقوق بھی ہیں۔ اسے سب کا خیال رکھنا ہے۔ ماں باپ' بہن بھائیوں کے حقوق کی ادائیگی کی خاطر اسے بسااوقات ان کے ساتھ رہنے کی ضرورت اور حاجت بھی ہوتی ہے۔ جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائیں کہ الگ الگ رہ سکیں' اس وقت تک انھیں اکٹھا رہنا پڑتا ہے۔ اس لیے ایک شخص اگر اپنی بیوی کو ایسی رہایش دیتا ہے جس میں اسے مذکورہ بالا تحفظات حاصل ہوں تو اس کے بعد وہ یہ مطالبہ نہیں کر سکتی کہ اسے مشترکہ رہایش گاہ کی چار دیواری سے الگ مکان خرید کر' تعمیر کر کے یا کرائے پر لے کر دیا جائے اور اس کے لیے ایک شخص اپنے بھائیوں کے ساتھ مشترکہ بود و باش چھوڑ دے۔ بیوی کو ایسے مطالبے کا حق نہیں ہے (فقہ السنہ ' ج ۲'ص ۱۸۰' امساک الزوج بمنزل الزوجیۃ)۔ البتہ اگر بھائی ایک دوسرے کی مدد کے محتاج نہ رہیں' مشترکہ رہایش میں انھیں ایسی سہولتیں حاصل نہ ہوں کہ پرائیویسی قائم رکھ سکیں اور پردے اور ستر کے آداب کی پابندی کر سکیں' جگہ تنگ ہو یا بہتر جگہ کی طرف منتقلی پیش نظر ہو تو باہمی مشورے سے متبادل انتظام کر سکتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں عموماً مشترکہ خاندانی نظام کا رواج ہے جس کے نتیجے میں لوگ سکون اور اطمینان محسوس کرتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور ہمدردی اور غمگساری سے پیش آتے ہیں۔ جب خاندان کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے تو آہستہ آہستہ الگ الگ رہایشوں کا انتظام کر لیتے ہیں۔ حالات کے مطابق نیک نیتی کے ساتھ اکٹھی رہایش رکھنے اور الگ الگ رہایش اختیار کر لینے کی گنجایش کتاب و سنت اور ماضی کے اسلامی معاشروں کے تعامل سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ط قُلْ

اِصْلاَحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ط وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (البقرہ ۲: ۲۲۰) آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے ایسا طریقہ اختیار کرنا جس میں ان کی بہتری ہو' اچھا ہے۔ اور اگر تم انھیں اپنے ساتھ ملا لو تو وہ تمھارے بھائی ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے مصلح کو مفسد سے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ تمھیں مشقت میں ڈال دیتا۔ اللہ غالب حکمت والا ہے---

لہٰذا جس طرح یتیم کے مال کا معاملہ ہے اسی طرح بھائیوں کا آپس میں مشترکہ رہایش اور بود و باش اختیار کرنے کا مسئلہ ہے۔ اس میں ایسا طریقہ اختیار کرنا جس میں سب کے لیے سہولت ہو' کسی کی حق تلفی نہ ہو' شرعی آداب کی خلاف ورزی نہ ہو' ضروری ہے۔

مشترکہ رہایش ہو تو اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس میں کسی کے آرام و سکون اور عزت و آبرو کو خطرہ نہ ہو۔ ایک شخص کی بیوی کو مشترکہ رہایش سے کوئی جسمانی اور ذہنی تکلیف نہ پہنچتی ہو۔ سسرال کے لوگ اس کے حقوق اور آرام کا پورا خیال رکھیں اور اس کے لیے مشترکہ رہایش میں احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

آپ نے اپنے بارے میں جو سوال کیا ہے مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ کو مشترکہ رہایش میں پرائیویٹ کمرہ اور الگ رہایش میسر ہے تو پھر شوہر کی اس بات کی کہ "اس کے بھائی ابھی تک اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہو سکے" رعایت کریں۔ انھیں مزید موقع دیں تا کہ وہ اپنے بھائیوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے بعد مکمل الگ رہایش اختیار کرنے کی پوزیشن میں آجائیں۔ آپ کے شوہر بھی حالات کا جائزہ لے کر یہ رائے قائم کریں کہ جو کام انھیں کچھ عرصے بعد کرنا ہے' گھریلو ماحول بہتر کرنے کی خاطر ابھی کر سکتے ہیں' تو یہ بھی مناسب ہو گا۔

الگ رہایش میں جہاں مشترکہ رہایش کے مسائل سے آدمی محفوظ ہو جاتا ہے وہاں تنہائی کا احساس بھی ہوتا ہے اور باہمی تعاون کے سلسلے میں رشتے داروں اور بہن بھائیوں کا اس طرح تعاون حاصل کرنے سے محروم ہو جاتا ہے جس طرح مشترکہ رہایش گاہ میں مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم! (مولانا عبدالمالک)

مشترک خاندان اور مشکوک آمدنی

س : برعظیم میں عام طور پر مشترکہ خاندانی نظام رائج ہے جس میں تمام ذرائع آمدن کو اکٹھا کر دیا جاتا ہے اور اس مشترکہ آمدنی سے خاندان کے تمام اخراجات پورے کیے جاتے ہیں۔ سوال یہ

ہے کہ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ مذکورہ نظام کے تحت چلنے والے کسی خاندان میں شامل کمانے والے افراد میں سے کسی ایک یا چند افراد کے ذرائع آمدن مشکوک یا خلاف شرع ہیں تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک تحریکی فرد کو کیالائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے اور مشترکہ آمدنی میں مشکوک ذرائع آمدن سے حاصل شدہ مال سے خود کو اور اپنی اولاد کو کس طرح محفوظ رکھا جائے؟

ج : مشترک آمدن سے اگر گھر کے اخراجات پورے کیے جاتے ہوں اور خاندان کے بعض افراد کی آمدنی حرام ہو اور افراد خانہ کو علم ہو' صرف شک اور وہم نہ ہو' تو اس صورت میں حرام ذرائع سے کمانے والوں کو شراکت سے الگ کر دیا جائے اور دوسرے افراد خانہ اپنا کھانا پینا ان سے جدا کر دیں۔ اس کے ساتھ وعظ و نصیحت کے ذریعے حرام کمائی کے مرتکب افراد کی اصلاح کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حرام کمانے اور حرام کھانے سے ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین (مولانا گوہر رحمن)

کمیٹی ڈالنے کی شرعی حیثیت

س : ہمارے ہاں اکثر چند افراد مل کر کمیٹی ڈالتے ہیں جس میں ہر رکن ہر ماہ ایک مقرر رقم ادا کرتا ہے (تمام افراد کا حصہ برابر ہوتا ہے)۔ ہر ماہ تمام افراد کی ادا شدہ رقم ایک فرد کو ادا کر دی جاتی ہے۔ کس ماہ کمیٹی کے کس رکن کو ادائیگی کی جائے' اس کا فیصلہ عام طور پر قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ عمل عام بچت کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ اس میں کسی کا بھی نقصان نہیں ہوتا اور کسی کو بھی اس کی ادا کردہ رقم سے زیادہ حصہ نہیں ملتا لیکن کچھ ساتھی اس سارے عمل کو قرعہ اندازی کی وجہ سے جوے کی ایک قسم قرار دیتے ہیں۔ براہ کرم قرآن و سنت اور اسلامی قوانین کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں تاکہ ذہن سے شکوک رفع ہو سکیں؟

ج : کمیٹی ڈالنے کا جو طریقہ آپ نے بیان کیا ہے اس پر شرعاً کوئی اعتراض نہیں۔ یہ تو باہمی تعاون کا ایک اجتماعی طریقہ ہے۔ باقی رہی قرعہ اندازی تو اس کی ہر صورت ممنوع نہیں ہے بلکہ وہ صورت ممنوع ہے جو جوئے میں ہارنے جیتنے کے لیے ہو۔ یہ صورت جوئے کی نہیں ہے بلکہ مشترک فنڈ کو تمام شرکا باری باری استعمال کرتے ہیں۔ لیکن پہلے کون استعمال کرے اور دوسرے تیسرے نمبر پر کون استعمال کرے؟ اس کے لیے قرعہ اندازی کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے جو قابل اعتراض نہیں ہے۔ (گ۔ ر)

انعامی اسکیمیں

س : بڑی بڑی مارکیٹیں اور کمپنیاں گاہکوں کو زیادہ سے زیادہ راغب کرنے کے لیے انعامی اسکیمیں پیش کرتی ہیں جن میں شرکت کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ آپ متعلقہ کمپنی کی کوئی چیز خریدیں تو وہ آپ کو مفت کوپن دیتے ہیں جسے پر کر کے آپ متعلقہ فرد کے حوالے کر دیتے ہیں۔ مقررہ مدت کے بعد مذکورہ کمپنیاں جمع شدہ تمام کوپن اکٹھے کر کے قرعہ اندازی کے ذریعے چند افراد کو بھاری انعامات دیتی ہیں اور ان کی خوب تشہیر بھی کرتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کی انعامی اسکیموں میں حصہ لینا درست ہے اور ان سے حاصل شدہ انعامات ذاتی استعمال میں لائے جا سکتے ہیں؟

ج : انعامی بانڈز کی جو اسکیمیں مختلف ناموں سے بنکوں یا حکومتی اداروں کی طرف سے ملک میں چل رہی ہیں، مثلاً "کروڑ پتی سکیم" اور "مالا مال سکیم" یہ تو ناجائز ہیں اور سود اور جوئے، دونوں پر مشتمل ہیں۔ البتہ تاجروں کی جن انعامی اسکیموں کا آپ نے ذکر کیا ہے یہ جائز ہیں بشرطیکہ چیزیں مارکیٹ کے نرخ سے زیادہ قیمت پر فروخت نہ کی جائیں بلکہ اصل قیمت پر فروخت کی جائیں اور کوپنوں پر قرعہ اندازی کے ذریعے انعام دیا جائے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں آتا، اس لیے کہ خریدار نے جو رقم تاجر کو دی ہے اس کے بدلے میں اسے چیز مل گئی ہے اور انعام دکاندار نے اپنے مال کی مشہوری کے لیے اور لوگوں کو راغب کرنے کے لیے دیا ہے۔ لیکن اگر ۱۰۰ روپے کی چیز ۱۵۰ روپے میں خریدی گئی تھی اور ۵۰ روپے زائد انعام ملنے کی امید پر دیے گئے ہیں تو یہ جوئے کی شکل بن جاتی ہے اور یہ ناجائز ہے۔ (اگ۔ ن)

لڑکی کی رضامندی : ایک وضاحت

س : ترجمان القرآن (جون ۱۹۹۹) میں آپ کا جواب بہ سلسلہ "لڑکی کی رضامندی" شائع ہوا جو فی نفسہٖ درست موقف پر مبنی ہے۔ لیکن اس میں غصے یا ردعمل کی ایک بڑی بنیاد خط و کتابت وغیرہ کا سلسلہ ہے۔ ماضی کے معاشروں کی نسبت عصر حاضر کے مسائل و معاملات میں بہرحال تغیر واقع ہوا ہے۔ جس میں خط و کتابت، فون، ای میل، کلاس نوٹس اور تہنیت کارڈ وغیرہ سب کے موثر ہونے کا امکان موجود ہے۔ آپ نے اپنے جواب میں اس براہ راست سلسلہ جنبانی پر جو کلام نہیں کیا، وہ میری ناقص عقل کے مطابق فتنے کا باعث بن سکتا ہے۔ براہ کرم وضاحت فرمایئے، تاکہ سماجی سطح پر فتنے سے بچا جا سکے۔

ج: آپ نے جس فروگزاشت کی طرف توجہ دلائی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ حیا اسلامی تہذیب کا نمایاں امتیاز ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر دین کا ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیا ہے"۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شان یہ تھی کہ "آپ باکرہ پردہ نشین سے بھی زیادہ حیادار تھے"۔ اسلام میں اس بات کی کوئی گنجایش نہیں ہے کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں آپس میں کسی بھی سطح پر رابطے رکھیں اور نامہ و پیام اور خط و کتابت اور میل ملاپ سے کام لیں۔ ہمارے معاشرے میں تو جس لڑکی کی نسبت ٹھہر جاتی ہے تو وہ شادی سے پہلے منگیتر کے سامنے کسی بھی مجلس میں نہیں آتی۔ کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے بغیر لڑکے اور لڑکی کے آپس میں سلام و کلام اور آمنے سامنے ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ اسلامی سوسائٹی مخلوط مجالس اور خفیہ دوستیوں اور راز و نیاز کے سلسلوں سے پاک سوسائٹی ہوتی ہے۔ اس لیے جس جوڑے نے آپس میں خط و کتابت اور راز و نیاز کے ذریعے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کا فیصلہ کیا اس نے اسلامی تہذیب کی خلاف ورزی کی اور شرم و حیا کی چادر کو تار تار کیا۔

میں نے اپنے جواب میں اس پر اس لیے کلام نہیں کیا تھا کہ سوال میں غلطی کے مرتکب جوڑے نے اس بات کو تسلیم کیا تھا کہ انھوں نے ایسا کر کے شدید غلطی کی ہے۔ سوال ان کے اس طرز عمل کے بارے میں نہیں تھا بلکہ اس غلطی کے وقوع پذیر ہونے کے بعد مستقبل میں لڑکی کی مرضی کے علی الرغم شادی کر دینے کا تھا۔ اس لیے میں نے اصل سوال پر کلام کرنے پر زیادہ توجہ دی اور غلطی کے ارتکاب پر بحث کرنے کے بجائے اسے محض غلطی کہنے پر اکتفا کیا لیکن اس سکوت اور اجمال کا نقصان بھی ہو سکتا ہے اور لوگ اس سے غلط نتیجہ بھی اخذ کر سکتے ہیں جیسے کہ آپ نے توجہ دلائی۔ اس لیے اس کا نوٹس لینا ضروری تھا۔ (ع م)